ہر سال اجمیر کے خادموں کی طرح ایک لشکر کا لشکر دلّالوں اور سفری ایجنٹوں کا مکّہ سے نکلتا ہے تاکہ دنیا بھر کے ملکوں سے اسامیوں کو گھیر کر لائے۔ قرآن کی آیتیں اور حدیث کے احکام لوگوں کو سنا سنا کر حج پر آمادہ کیا جاتا ہے، نہ اسلیے کہ انہیں خدا کا عائد کیا ہوا فرض یاد دلایا جائے، بلکہ صرف اسلیے کہ ان احکام کو سن کر یہ لوگ حج کو نکلیں تو آمدنی کا دروازہ کھلے۔ گویا اللہ اور اس کے رسول نے یہ سارا کاروبار انہی مہنتوں اور ان کے دلّالوں کی پرورش کے لیے پھیلایا تھا۔ پھر جب اس فرض کو ادا کرنے کے لیے آدمی گھر سے نکلتا ہے تو سفر شروع کرنے سے لیکر واپسی تک ہر جگہ اسکو مذہبی مزدوروں اور دینی تاجروں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ معلّم، مطوّف، وکیلِ مطوّف، کلید بردار کعبہ، اور خود حکومتِ حجاز، سب اس تجارت میں حصہ دار ہیں۔ حج کے سارے مناسک معاوضہ لے کر ادا کرائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے خانۂ کعبہ کا دروازہ تک فیس کے بغیر نہیں کھل سکتا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اُس دین کے نام نہاد خدمت گزاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی۔ بھلا جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو، جہاں عبادت گاہوں کو ذریعۂ آمدنی بنا لیا گیا ہو، جہاں احکام الٰہی کو اس غرض کے لیے استعمال کیا جاتا ہو کہ خدا کا حکم سن کر لوگ فرض بجا لانے کے لیے مجبور ہوں اور اس طاقت کے بل پر انکی جیبوں سے روپیہ گھسیٹا جائے، جہاں آدمی کو عبادت کا ہر رکن ادا کرنے کے لیے معاوضہ دینا پڑتا ہو اور دینی سعادت ایک طرح سے خرید و فروخت کی جنس بن گئی ہو، ایسی جگہ عبادت کی روح باقی کہاں رہ سکتی ہے؟ کس طرح آپ امید کر سکتے ہیں کہ حج کرنے والوں اور حج کرانے والوں کو اس عبادت کے حقیقی اخلاقی و روحانی فائدے حاصل ہونگے جبکہ یہ سارا کام ایک طرف سوداگری اور دوسری طرف خریداری کی ذہنیت سے ہو رہا ہو؟

اس ذکر سے میرا مقصد کسی کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف آپ لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ حج جیسی عظیم الشان طاقت کو آج کن چیزوں نے قریب قریب بالکل بے اثر بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ غلط فہمی کسی کے دل میں نہ رہنی چاہیے کہ اسلام میں اور اسکے جاری کیے ہوئے طریقوں میں کوئی کوتاہی ہے۔ نہیں، کوتاہی دراصل اُن لوگوں میں ہے جو اسلام کی صحیح پیروی نہیں کرتے۔ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے کہ جو طریقے تم کو انسانیت کا مکمل نمونہ بنانے والے تھے اور جن پر ٹھیک ٹھیک عمل کر کے تم دنیا کے مصلح اور امام بن سکتے تھے، ان سے آج کوئی اچھا پھل ظاہر نہیں ہو رہا ہے، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ لوگوں کو خود اُن طریقوں کے مفید ہونے میں شک ہونے لگا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک طبیب حاذق چند بہترین تیر بہدف نسخے مرتب کر کے چھوڑ گیا ہو اور بعد میں اسکے وہ نسخے اناڑی اور جاہل جانشینوں کے ہاتھ پڑ کر بیکار بھی ہو رہے ہوں اور بدنام بھی۔ نسخہ بجائے خود چاہے کتنا ہی صحیح ہو، مگر بہرحال اس سے کام لینے کے لیے فن کی واقفیت اور سمجھ بوجھ ضروری ہے۔ اناڑی اُس سے کام لینگے تو عجب نہیں کہ وہ غیر مفید ہی نہیں بلکہ مضر ہو جائے، اور جاہل لوگ، جو خود نسخے کو جانچنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں، اس غلط فہمی میں پڑ جائیں کہ نسخہ خود ہی غلط ہے۔

جہاد

برادرانِ اسلام! پچھلے خطبوں میں بار بار میں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ نماز روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کیا ہے اور اسلام کا رکن قرار دیا ہے، یہ ساری چیزیں دوسرے مذہبوں کی عبادت کی طرح محض پوجا پاٹ اور نذر نیاز اور جاترا کی رسمیں نہیں ہیں کہ بس آپ انکو ادا کردیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو جائیگا، بلکہ دراصل یہ ایک بڑے مقصد کے لیے آپکو تیار کرنے اور ایک بڑے کام کے لیے آپ کی تربیت کرنے کی خاطر فرض کی گئی ہیں۔ اب چونکہ میں اس تربیت اور اس تیاری کے ڈھنگ کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان کرچکا ہوں، اسلیے وقت آگیا ہے کہ آپ کو یہ بتایا جائے کہ وہ مقصد کیا ہے جسکے لیے یہ ساری تیاری ہے۔

مختصر الفاظ میں تو صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ وہ مقصد انسان پر سے انسان کی حکومت مٹا کر خدائے واحد کی حکومت قائم کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دینے اور جان توڑ کوشش کرنے کا نام جہاد ہے، اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سب کے سب اسی کام کی تیاری کے لیے ہیں۔ لیکن چونکہ آپ لوگ مدتہائے دراز سے اس مقصد کو اور اس کام کو بھول چکے ہیں، اور ساری عبادتیں آپکے لیے محض تصوف بن کر رہ گئی ہیں، اسلیے میں سمجھتا ہوں کہ اس ذرا سے فقرے میں جو مطلب میں نے ادا کیا ہے اُسے آپ ایک معمّے سے زیادہ کچھ نہ سمجھے ہونگے۔ اچھا تو آئیے، اب میں آپ کے سامنے اس مقصد کی تشریح کروں۔

دنیا میں آپ جتنی خرابیاں دیکھتے ہیں اُن سب کی جڑ دراصل حکومت کی خرابی ہے۔ طاقت

اور دولت حکومت کے ہاتھ میں ہوتی ہے قانون حکومت بناتی ہے۔ انتظام کے سارے اختیارات حکومت کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ پولیس اور فوج کا زور حکومت کے پاس ہوتا ہے۔ لہذا جو خرابی بھی لوگوں کی زندگی میں پھیلتی ہے، وہ یا تو خود حکومت کی پھیلائی ہوئی ہوتی ہے، یا اسکی مدد سے پھیلتی ہے کیونکہ کسی چیز کو پھیلنے کے لیے جس طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تو حکومت ہی کے پاس ہے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ زنا دھڑلے سے ہو رہی ہے اور علانیہ کوٹھوں پر یہ کاروبار جاری ہے۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ وجہ اسکے سوا کچھ نہیں کہ حکومت کے اختیارات جن لوگوں کے ہاتھ میں ہیں انکی نگاہ میں زنا کوئی جرم نہیں ہے۔ وہ خود اس کام کو کرتے ہیں اور دوسروں کو کرنے دیتے ہیں، ورنہ وہ اسے بند کرنا چاہیں تو یہ کام اس دھڑلے سے چل نہیں سکتا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ سود خواری کا بازار خوب گرم ہو رہا ہے اور مالدار لوگ غریبوں کا خون چوسے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیوں؟ صرف اس لیے کہ حکومت خود سود کھاتی ہے اور کھانے والوں کو مدد دیتی ہے۔ اسکی عدالتیں سود خواروں کو ڈگریاں دیتی ہیں۔ اور اسکی حمایت ہی کے بل پر یہ بڑے بڑے ساہوکارے اور بینک چل رہے ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں بے حیائی اور بداخلاقی روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے یہ کس لیے؟ محض اسلیے کہ حکومت نے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا ایسا ہی انتظام کیا ہے، اور اسکو اخلاق اور انسانیت کے وہی نمونے پسند ہیں جو آپکو نظر آ رہے ہیں۔ کسی دوسرے طرز کی تعلیم و تربیت سے آپ کسی اور نمونے کے انسان تیار کرنا چاہیں تو ذرائع کہاں سے لائینگے؟ اور تھوڑے بہت تیار کر بھی دیں تو وہ کھپینگے کہاں؟ رزق کے دروازے اور کھپت کے میدان تو سارے کے سارے بگڑی ہوئی حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بے حد و حساب خونریزی ہو رہی ہے، انسان کا علم اُسکی تباہی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے، انسان کی محنت کے پھل آگ کی نذر کیے جا رہے ہیں، اور بیش قیمت جانیں مٹی کے ٹھیکروں سے بھی زیادہ بے دردی کے ساتھ ضائع کی جا رہی ہیں۔ یہ

کس وجہ سے ؟ صرف اس وجہ سے کہ آدم کی اولاد میں جو لوگ سب سے زیادہ شریر اور بدنفس تھے وہ دنیا کی قوموں کے رہنما اور اقتدار کی باگوں کے مالک ہیں۔ قوت اُنکے ہاتھ میں ہے، اِسلیے وہ دنیا کو جدھر چلا رہے ہیں اسی طرف دنیا چل رہی ہے۔ علم، دولت، محنت، جان، ہر چیز کا جو مصرف انہوں نے تجویز کیا ہے اُسی میں ہر چیز صرف ہورہی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف ظلم ہورہا ہے۔ کمزور کے لیے کہیں انصاف نہیں۔ غریب کی زندگی دشوار ہے۔ عدالتیں بنیے کی دوکان بنی ہوئی ہیں جہاں سے صرف روپے کے عوض ہی انصاف خریدا جاسکتا ہے۔ لوگوں سے بے حساب ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں اور افسروں کی شاہانہ تنخواہوں پر، بڑی بڑی عمارتوں پر، لڑائی کے گولہ بارود پر اور ایسی ہی دوسری فضول خرچیوں پر اڑا دیے جاتے ہیں۔ ساہوکار، زمیندار، راجہ اور رئیس، خطاب یافتہ اور خطاب کے امیدوار عمائدین، گدی نشین پیر اور مہنت، سینما کمپنیوں کے مالک، شراب کے تاجر، فحش کتابیں اور رسالے شائع کرنے والے، جوے کا کاروبار چلانے والے اور ایسے ہی بہت سے لوگ خلق خدا کی جان، مال، عزت، اخلاق ہر چیز کو تباہ کر رہے ہیں اور کوئی ان کو روکنے والا نہیں۔ یہ سب کیوں ہو رہا ہے ؟ صرف اسلیے کہ حکومت کی کل بگڑی ہوئی ہے۔ طاقت جن ہاتھوں میں ہے وہ خراب ہیں۔ وہ خود بھی ظلم کرتے ہیں، اور ظالموں کا ساتھ بھی دیتے ہیں، اور جو ظلم بھی ہوتا ہے اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اُس کے ہونے کے خواہشمند یا کم از کم روادار ہیں۔

اِن مثالوں سے یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ حکومت کی خرابی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ لوگوں کے خیالات کا گمراہ ہونا، اخلاق کا بگڑنا، انسانی قوتوں اور قابلیتوں کا غلط راستوں میں صرف ہونا، کاروبار اور معاملات کی غلط صورتوں اور زندگی کے بُرے طور طریق کا رواج پانا، ظلم و ستم اور بدافعالیوں کا پھیلنا اور خلق خدا کا تباہ ہونا، یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس ایک بات کا کہ اختیارات اور اقتدار کی کنجیاں غلط ہاتھوں میں ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب طاقت بگڑے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگی،

اور جب خلقِ خدا کا رزق اُنہی کے تصرف میں ہوگا تو وہ نہ صرف خود بگاڑ کو پھیلائینگے بلکہ بگاڑ کی ہر صورت اُن کی مدد اور حمایت سے پھیلے گی اور جب تک اختیارات اُن کے قبضہ میں رہینگے، کسی چیز کی اصلاح نہ ہوسکے گی۔

یہ بات جب آپکے ذہن نشین ہوگئی تو یہ سمجھنا آپ کے لیے آسان ہے کہ خلق خدا کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو تباہی کے راستوں سے بچاکر فلاح اور سعادت کے راستے پر لانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ حکومت کے بگاڑ کو درست کیا جائے۔ معمولی عقل کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جہاں لوگوں کو زنا کی آزادی حاصل ہو، وہاں زنا کے خلاف خواہ کتنا ہی وعظ کہا جائے زنا کا بند ہونا محال ہے۔ لیکن اگر حکومت کے اختیارات پر قبضہ کرکے زبردستی زنا کو بند کردیا جائے تو لوگ خود حرام کے راستے کو چھوڑ کر حلال کا راستہ اختیار کرلینگے۔ شراب، جوا، سود، رشوت، فحش تماشے بے حیائی کے لباس، بداخلاق بنانے والی تعلیم، اور ایسی ہی دوسری چیزیں اگر آپ وعظوں سے دور کرنا چاہیں تو کامیابی ناممکن ہے۔ البتہ حکومت کے زور سے یہ سب بلائیں دور کی جاسکتی ہیں۔ جو لوگ خلق خدا کو لوٹتے اور اخلاق کو تباہ کرتے ہیں، ان کو آپ محض پند و نصیحت سے چاہیں کہ اپنے فائدوں سے ہاتھ دھولیں تو یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ ہاں اقتدار ہاتھ میں لے کر آپ بجبر انکی شرارتوں کا خاتمہ کردیں تو ان ساری خرابیوں کا انسداد ہوسکتا ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ بندگانِ خدا کی محنت، دولت، ذہانت و قابلیت غلط راستوں میں ضائع ہونے سے بچے اور صحیح راستوں میں صرف ہو، اگر آپ چاہیں کہ ظلم مٹے اور انصاف ہو، اگر آپ چاہیں کہ زمین میں فساد نہ ہو، انسان انسان کا خون نہ چوسے نہ بہائے، دبے اور گرے ہوئے انسان اٹھائے جائیں، اور تمام انسانوں کو یکساں عزت، امن، خوشحالی اور ترقی کے مواقع حاصل ہوں، تو محض تبلیغ و تلقین کے زور سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ البتہ حکومت کا زور آپ کے پاس ہو تو یہ سب کچھ ہونا ممکن ہے۔ پس یہ بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے جس کو سمجھنے کے

لیے کچھ بہت زیادہ غور کرنے کی بھی ضرورت نہیں کہ اصلاحِ خلق کی کوئی اسکیم بھی حکومت کے اختیارات پر قبضہ کیے بغیر نہیں چل سکتی۔ جو کوئی حقیقت میں خدا کی زمین سے فتنہ و فساد کو مٹانا چاہتا ہو اور واقعی یہ چاہتا ہو کہ خلق خدا کی اصلاح ہو تو اسکے لیے محض واعظ اور ناصح بن کر کام کرنا فضول ہے۔ اُسے اٹھنا چاہیے اور غلط اصول کی حکومت کا خاتمہ کرکے، غلط کار لوگوں کے ہاتھ سے اقتدار چھین کر، صحیح اصول اور صحیح طریقے کی حکومت قائم کرنی چاہیے۔

یہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھیے۔ آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ بندگانِ خدا کی زندگی میں جو خرابیاں پھیلتی ہیں انکی جڑ حکومت کی خرابی ہے، اور اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اِس جڑ کی اصلاح کی جائے۔ مگر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود حکومت کی خرابی کا بنیادی سبب کیا ہے؟ اس خرابی کی جڑ کہاں ہے اور اس میں کونسی بنیادی اصلاح کی جائے کہ وہ برائیاں پیدا نہ ہوں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خرابی کی جڑ دراصل انسان پر انسان کی حکومت ہے اور اصلاح کی کوئی صورت اِس کے سوا نہیں کہ انسان پر خدا کی حکومت ہو ـــــ اتنے بڑے سوال کا اتنا مختصر سا جواب سن کر آپ تعجب نہ کریں۔ اس سوال کی تحقیق میں جتنا کھوج آپ لگائینگے یہی جواب آپکو ملیگا۔

ذرا غور تو کیجیے، یہ زمین جس پر آپ رہتے ہیں یہ خدا کی بنائی ہوئی ہے یا کسی اور کی؟ یہ انسان جو زمین پر بستے ہیں ان کو خدا نے پیدا کیا ہے یا کسی اور نے؟ یہ بے شمار اسباب زندگی جن کے بل پر سب انسان جی رہے ہیں انہیں خدا نے مہیا کیا ہے یا کسی اور نے؟ اگر ان سب سوالات کا جواب یہی ہے اور اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ زمین اور انسان اور یہ تمام سامان خدا ہی کے پیدا کیے ہوئے ہیں تو اِس کے معنی یہ ہوئے کہ ملک خدا کا ہے، دولت خدا کی ہے اور رعیت بھی خدا کی ہے۔ پھر جب معاملہ یہ ہے تو آخر کوئی دوسرا اس کا حق دار کیسے ہو گیا کہ خدا کے ملک میں اپنا حکم

چلائے؟ آخر یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ خدا کی رعیت پر خدا کے سوا کسی دوسرے کا قانون یا خود رعیت کا اپنا بنایا ہوا قانون جاری ہو؟ ملک کسی کا ہو اور حکم دوسرے کا چلے، ملکیت کسی کی ہو اور مالک کوئی دوسرا بن جائے، رعیت کسی کی ہو اور اس پر فرمانروائی دوسرا کرے، یہ بات آپ کی عقل کیسے قبول کر سکتی ہے؟ ایسا ہونا تو صریح حق کے خلاف ہے اور چونکہ یہ حق کے خلاف ہے اسلیے جہاں کہیں اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے نتیجہ برا ہی نکلتا ہے۔ جن انسانوں کے ہاتھ میں قانون بنانے اور حکم چلانے کے اختیارات آتے ہیں وہ کچھ تو اپنی جہالت کی وجہ سے مجبوراً غلطیاں کرتے ہیں، اور کچھ اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے قصداً ظلم اور بے انصافی کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں کیونکہ اول تو ان کے پاس اتنا علم ہی نہیں ہوتا کہ انسانی معاملات کو چلانے کے لیے صحیح قاعدے اور قانون بنا سکیں، اور پھر اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ خدا کے خوف اور خدا کے سامنے جواب دہی سے غافل ہو کر لامحالہ وہ شتر بے مہار بن جاتے ہیں۔ ذرا سی عقل اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ جو انسان خدا سے بے خوف ہو، جسے یہ فکر ہو ہی نہیں کہ کسی کو حساب دینا ہے، جو اپنی جگہ یہ سمجھ رہا ہو کہ اوپر کوئی نہیں جو مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والا ہو، وہ طاقت اور اختیارات پا کر شتر بے مہار نہ بنے گا تو اور کیا بنے گا؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسے شخص کے ہاتھ میں جب لوگوں کے رزق کی کنجیاں ہوں، جب لوگوں کی جانیں اور انکے مال اسکی مٹھی میں ہوں، جب ہزاروں لاکھوں سر اسکے حکم کے آگے جھک رہے ہوں، تو وہ راستی اور انصاف پر قائم رہ جائیگا؟ کیا آپ توقع کرتے ہیں کہ وہ خزانوں کا امین ثابت ہوگا؟ کیا آپ امید رکھتے ہیں کہ وہ حق مارنے، حرام کھانے اور بندگانِ خدا کو اپنی خواہشات کا غلام بنانے سے باز رہیگا؟ کیا آپ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ ایسا شخص خود بھی سیدھے رستے پر چلے اور دوسروں کو بھی سیدھا چلائے؟ ہرگز نہیں! ہرگز ہرگز نہیں! ایسا ہونا عقل کے خلاف ہے۔ ہزارہا برس کا تجربہ اسکے خلاف شہادت دیتا ہے۔ آج اپنی آنکھوں

سے آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ جو لوگ خدا سے بے خوف اور آخرت کی جواب دہی سے غافل ہیں وہ اختیارات پاکر کس قدر ظالم، خائن اور بدراہ ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا حکومت کی بنیاد میں جس اصلاح کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ انسان پر انسان کی حکومت نہ ہو بلکہ خدا کی حکومت ہو۔ اس حکومت کو چلانے والے خود مالک الملک نہ بنیں بلکہ خدا کو بادشاہ تسلیم کرکے اسکے نائب اور امین کی حیثیت سے کام کریں اور یہ سمجھتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیں کہ آخر کار اس امانت کا حساب اُس بادشاہ کو دینا ہے جو کھلے اور چھپے کا جاننے والا ہے۔ حکومت کا قانون اُس خدا کی ہدایت پر مبنی ہو جو تمام حقیقتوں کا علم رکھتا ہے اور دانائی کا سرچشمہ ہے۔ اس قانون کو بدلنے یا اس میں ترمیم و تنسیخ کرنے کے اختیارات کسی کو نہ ہوں تاکہ وہ انسانوں کی جہالت یا خود غرضی اور ناروا خواہشات کے دخل پا جانے سے بگڑ نہ جائے۔

یہی وہ بنیادی اصلاح ہے جسکو اسلام جاری کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ خدا کو اپنا بادشاہ (محض خیالی نہیں، بلکہ واقعی بادشاہ) تسلیم کریں اور اُس قانون پر جو خدا نے اپنے نبی کے ذریعے سے بھیجا ہے، ایمان لے آئیں، اُن سے اسلام یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اپنے بادشاہ کے ملک میں اُس کا قانون جاری کرنے کے لیے اٹھیں، اُس کی رعیت میں سے جو لوگ باغی ہو گئے ہیں اور خود مالک الملک بن بیٹھے ہیں اُن کا زور توڑ دیں، اور اللہ کی رعیت کو دوسروں کی رعیت بننے سے بچائیں۔ اسلام کی نگاہ میں یہ بات ہرگز کافی نہیں ہے کہ تم نے خدا کو خدا اور اُسکے قانون کو قانونِ برحق مان لیا۔ نہیں! اس کو ماننے کے ساتھ ہی آپ سے آپ یہ فرض تم پر عائد ہو جاتا ہے کہ جہاں بھی تم ہو، جس سرزمین میں بھی تمہاری سکونت ہو، وہاں خلقِ خدا کی اصلاح کے لیے اٹھو، حکومت کے غلط اصول کو صحیح اصول سے بدلنے کی کوشش کرو، ناخدا ترس اور شتر بے مہار قسم کے لوگوں سے قانون سازی اور فرمانروائی کا اقتدار چھین لو، اور بندگانِ خدا کی سربراہ کاری اپنے ہاتھ میں لے کر خدا کے قانون کے مطابق، آخرت

کی ذمہ داری و جواب دہی کا اور خدا کے عالم الغیب ہونے کا یقین رکھتے ہوئے، حکومت کے معاملات انجام دو۔ اسی کوشش اور اسی جدوجہد کا نام جہاد ہے۔

لیکن حکومت اور فرمانروائی جیسی کچھ بدبلا ہے ہر شخص اس کو جانتا ہے۔ اس کے حاصل ہونے کا خیال کرتے ہی انسان کے اندر لالچ کے طوفان اٹھنے لگتے ہیں۔ خواہشات نفسانی یہ چاہتی ہیں کہ زمین کے خزانے اور خلق خدا کی گردنیں اپنے ہاتھ میں آئیں تو دل کھول کر خدائی کی جائے۔ حکومت کے اختیارات پر قبضہ کر لینا اتنا مشکل نہیں جتنا ان اختیارات کے ہاتھ آجانے کے بعد خدا بننے سے بچنا اور بندۂ خدا بن کر کام کرنا مشکل ہے۔ پھر بھلا فائدہ ہی کیا ہوا اگر فرعون کو ہٹا کر تم خود فرعون بن گئے؟ لہذا اس شدید آزمائش کے کام کی طرف بلانے سے پہلے اسلام تم کو اس کے لیے تیار کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ تم کو حکومت کا دعویٰ لیکر اٹھنے اور دنیا سے لڑنے کا حق اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچتا جب تک تمہارے دل سے خود غرضی اور نفسانیت نکل نہ جائے، جب تک تم میں اتنی پاک نفسی پیدا نہ ہو جائے کہ تمہاری لڑائی اپنی ذاتی یا قومی اغراض کے لیے نہ ہو بلکہ صرف اللہ کی رضا اور خلق اللہ کی اصلاح کے لیے ہو، اور جب تک تم میں یہ صلاحیت مستحکم نہ ہو جائے کہ حکومت پاکر تم اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو بلکہ خدا کے قانون کی پیروی پر ثابت قدم رہ سکو۔ محض یہ بات کہ تم کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے ہو، تمہیں اس کا مستحق نہیں بنا دیتی کہ اسلام تمہیں خلق خدا پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دے دے، اور پھر تم خدا اور رسول کا نام لے لے کر وہی سب حرکتیں کرنے لگو جو خدا کے باغی اور ظالم لوگ کرتے ہیں۔ قبل اس کے کہ اتنی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے تم کو حکم دیا جائے، اسلام یہ ضروری سمجھتا ہے کہ تم میں وہ طاقت پیدا کی جائے جس سے تم اس بوجھ کو سہار سکو۔

یہ نماز اور روزہ اور یہ زکوٰۃ اور حج دراصل اسی تیاری اور تربیت کے لیے ہیں۔ جس طرح تمام دنیا کی سلطنتیں اپنی فوج، پولیس، اور سول سروس کے لیے آدمیوں کو پہلے خاص قسم کی ٹریننگ

دیتی ہیں پھر اُن سے کام لیتی ہیں، اسی طرح اسلام بھی اُن تمام آدمیوں کو، جو اُسکی ملازمت میں بھرتی ہوں، پہلے خاص طریقہ سے تربیت دیتا ہے، پھر اُن سے جہاد اور حکومت الٰہی کی خدمت لینا چاہتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا کی سلطنتوں کو اپنے آدمیوں سے جو کام لینا ہوتا ہے اُس میں اخلاق اور نیک نفسی اور خداترسی کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، اسلیے وہ انہیں صرف کاردان بنانے کی کوشش کرتی ہیں خواہ وہ کیسے ہی زانی، شرابی، بے ایمان اور بدنفس ہوں۔ مگر اسلام کو جو کام اپنے آدمیوں سے لینا ہے وہ چونکہ سارا کا سارا ہے ہی اخلاقی کام، اسلیے وہ انہیں کاردان بنانے سے زیادہ اہم اس بات کو سمجھتا ہے کہ انہیں خداترس اور نیک نفس بنائے۔ وہ ان میں اتنی طاقت پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جب وہ زمین میں خدا کی حکومت قائم کرنے کا دعویٰ لے کر اٹھیں تو اپنے دعوے کو سچا کر کے دکھا سکیں۔ وہ لڑیں تو اسلیے نہ لڑیں کہ انہیں خود اپنے واسطے مال و دولت اور زمین درکار ہے، بلکہ ان کے عمل سے ثابت ہو جائے کہ انکی لڑائی خالص خدا کی رضا کے لیے اور اُسکے بندوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔ وہ فتح پائیں تو متکبر اور سرکش نہ ہوں بلکہ ان کے سر خدا کے آگے جھکے ہوئے رہیں۔ وہ حاکم بنیں تو لوگوں کو اپنا غلام نہ بنائیں بلکہ خود بھی خدا کے غلام بن کر رہیں اور دوسروں کو بھی خدا کے سوا کسی کا غلام نہ رہنے دیں۔ وہ زمین کے خزانوں پر قابض ہوں تو اپنی یا اپنے خاندان والوں یا اپنی قوم کے لوگوں کی جیبیں نہ بھرنے لگیں بلکہ خدا کے رزق کو اُسکے بندوں پر انصاف کے ساتھ تقسیم کریں اور ایک سچے امانت دار کی طرح یہ سمجھتے ہوئے کام کریں کہ کوئی آنکھ ہمیں ہر حال میں دیکھ رہی ہے اور اوپر کوئی ہے جسے ہم کو ایک ایک پائی کا حساب دینا ہے۔ اس تربیت کے لیے اِن عبادتوں کے سوا اور کوئی دوسرا طریقہ ممکن ہی نہیں ہے۔

اور جب اسلام اس طرح اپنے آدمیوں کو تیار کر لیتا ہے تب وہ ان سے کہتا ہے کہ ہاں، اب تم روئے زمین پر خدا کے سب سے زیادہ صالح بندے ہو، لہذا آگے بڑھو، لڑ کر خدا کے باغیوں کو حکومت سے

سے دخل کر دو اور حکمرانی کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لو۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں فوج، پولیس، عدالت، جیل، تحصیلداری، ٹیکس کلکٹری، اور تمام دوسرے سرکاری کام ایسے اہل کاروں اور عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہوں جو سب کے سب خدا سے ڈرنے والے اور آخرت کی جوابدہی کا خیال رکھنے والے ہوں، اور جہاں حکومت کے سارے قاعدے اور ضابطے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر قائم ہوں جس میں بے انصافی اور نادانی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے، اور جہاں بدی و بدکاری کی ہر صورت کا بروقت تدارک کر دیا جائے اور نیکی و نیکوکاری کی ہر بات کو حکومت اپنے روپے اور اپنی طاقت سے پروان چڑھانے کے لیے مستعد رہے، ایسی جگہ خلق خدا کی بہتری کا کیا حال ہوگا۔ پھر آپ ذرا غور کریں تو یہ بات بھی آسانی کے ساتھ آپ کی سمجھ میں آجائیگی کہ ایسی حکومت جب کچھ مدت تک کام کر کے لوگوں کی بگڑی ہوئی عادتوں کو درست کر دے گی، اجب وہ حرام خوری، بدکاری، ظلم، بے حیائی اور بداخلاقی کے سارے رستے بند کر دیگی، جب وہ غلط قسم کی تعلیم و تربیت کا انسداد کر کے صحیح تعلیم و تربیت سے لوگوں کے خیالات ٹھیک کر دیگی، اور جب اسکے ماتحت عدل و انصاف، امن و امان، اور نیک اطواری و خوش اخلاقی کی پاک صاف فضا میں لوگوں کو زندگی بسر کرنے کا موقع ملے گا، تو وہ آنکھیں جو بدکار اور ناخدا ترس لوگوں کی سرداری میں مدتہائے دراز تک رہنے کی وجہ سے اندھی ہو گئی تھیں، رفتہ رفتہ خود ہی حق کو دیکھنے اور پہچاننے کے قابل ہو جائینگی، وہ دل جن پر صدیوں تک بداخلاقیوں کے درمیان گھرے رہنے کی وجہ سے زنگ کی تہیں چڑھ گئی تھیں، آہستہ آہستہ خود ہی آئینے کی طرح صاف ہوتے چلے جائینگے اور ان میں سچائی کا عکس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائیگی۔ اُس وقت لوگوں کے لیے اس سیدھی سی بات کا سمجھنا اور مان لینا کچھ بھی مشکل نہ رہیگا کہ حقیقت میں اللہ ہی اُن کا خدا ہے اور اس کے سوا کوئی اس کا مستحق نہیں کہ وہ اُسکی بندگی کریں، اور یہ کہ واقعی وہ پیغمبر سچے تھے جن کے ذریعہ سے ایسے صحیح قوانین ہم

کو ملے - آج جس بات کو لوگوں کے دماغ میں اتارنا سخت مشکل نظر آتا ہے، اُس وقت وہ بات خود دماغوں میں اترنے لگے گی - آج تقریروں اور کتابوں کے ذریعہ سے جس بات کو نہیں سمجھایا جا سکتا، اُس وقت وہ ایسی آسانی سے سمجھ میں آئے گی کہ گویا اس میں کوئی پیچیدگی ہی نہ تھی - جو لوگ اپنی آنکھوں سے اس فرق کو دیکھینگے کہ انسان کے خود گھڑے ہوئے طریقوں پر دنیا کا کاروبار چلتا ہے تو کیا حال ہوتا ہے، اور خدا کے بنائے ہوئے طریقوں پر اسی دنیا کے کام چلائے جاتے ہیں تب کیا کیفیت ہوتی ہے، اُن کے لیے خدا کی توحید اور اسکے پیغمبر کی صداقت پر ایمان لانا آسان اور ایمان نہ لانا مشکل ہو جائیگا، بالکل اُسی طرح جیسے پھول اور کانٹوں کا فرق محسوس کر لینے کے بعد پھول کا انتخاب کرنا آسان اور کانٹوں کا چننا مشکل ہو جاتا ہے - اُس وقت اسلام کی سچائی سے انکار کرنے اور کفر و شرک پر اڑے رہنے کے لیے بہت ہی زیادہ ہٹ دھرمی کی ضرورت ہوگی، اور مشکل سے ہزار میں دس پانچ ہی آدمی ایسے نکلینگے جن میں اتنی زیادہ ہٹ دھرمی موجود ہو -

بھائیو! اب مجھے امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو گا کہ یہ نماز اور روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ کس غرض کے لیے ہیں - تم اب تک سمجھتے رہے ہو اور مدتوں سے تم کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا گیا ہے کہ یہ عبادتیں محض پوجا پاٹ کی قسم کی چیزیں ہیں نہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لیے ہیں - اسی وجہ سے تم بغیر کسی مقصد کے ان رسموں کو ادا کرتے رہے اور اُس کام کے لیے کبھی تیار ہونے کا خیال تک تمہارے دلوں میں نہ آیا جسکے لیے دراصل انہیں مقرر کیا گیا تھا - مگر اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جس دل میں جہاد کی نیت نہ ہو اور جس کے پیش نظر جہاد کا مقصد نہ ہو اس کی ساری عبادتیں بے معنی ہیں - ان بے معنی عبادت گزاریوں سے اگر تم گمان رکھتے ہو کہ خدا کا تقرب نصیب ہوتا ہے تو خدا کے ہاں جاکر تم خود دیکھ لوگے کہ انہوں نے تم کو اُس سے کتنا قریب کیا!

جہاد کی اہمیت

برادران اسلام! اس سے پہلے ایک مرتبہ میں آپ کو دین اور شریعت اور عبادت کے معنی بتا چکا ہوں۔ اب ذرا پھر اُس مضمون کو اپنے دماغ میں تازہ کر لیجیے۔

دین کے معنی اطاعت کے ہیں۔

شریعت قانون کو کہتے ہیں۔

عبادت سے مراد بندگی ہے۔

جب آپ کسی کی اطاعت میں داخل ہوئے اور اس کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو گویا آپ نے اس کا دین قبول کیا ـــ پھر جب وہ آپ کا حاکم ہوا اور آپ اُسکی رعایا بن گئے تو اسکے احکام اور اسکے مقرر کیے ہوئے ضابطے آپکے لیے قانون یا شریعت ہونگے ـــ اور جب آپ اسکی اطاعت کرتے ہوئے اُس کی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرینگے، جو کچھ وہ طلب کریگا حاضر کر دینگے، جس بات کا وہ حکم دیگا اسے بجا لائینگے، جن کاموں سے وہ منع کریگا اُن سے رُک جائینگے، جن حدود کے اندر رہ کر کام کرنا وہ آپکے لیے جائز ٹھیرائیگا انہی حدود کے اندر آپ رہینگے، اور اپنے آپس کے تعلقات و معاملات اور مقدموں اور قضیوں میں اُسی کی ہدایت پر چلینگے اور اُسی کے فیصلہ پر سر جھکائینگے، تو آپکے اس رویہ کا نام بندگی یا عبادت ہوگا۔

اس تشریح سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ دین دراصل حکومت کا نام ہے، شریعت اس حکومت کا قانون ہے، اور عبادت اس کے قانون اور ضابطہ کی پابندی ہے۔ آپ جس کسی

کو حاکم مان کر اسکی محکومی قبول کرتے ہیں، دراصل آپ اس کے دین میں داخل ہوتے ہیں۔ اگر آپ کا وہ حاکم اللہ ہے تو آپ دینِ اللہ میں داخل ہوئے، اگر وہ کوئی بادشاہ ہے تو آپ دینِ بادشاہ میں داخل ہوئے، اگر وہ کوئی خاص قوم ہے تو آپ اسی قوم کے دین میں داخل ہوئے" اور اگر وہ خود آپ کی اپنی قوم یا آپکے وطن کے جمہور ہیں تو آپ دینِ جمہور میں داخل ہوئے۔ غرض جسکی اطاعت کا قلادہ بھی آپ کی گردن میں ہے فی الواقع اسی کے دین میں آپ ہیں، اور جس کے قانون پر بھی آپ عمل کر رہے ہیں دراصل اسی کی عبادت کر رہے ہیں۔

یہ بات جب آپ نے سمجھ لی تو بغیر کسی دقّت کے یہ سیدھی سی بات بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے دو دین کسی طرح نہیں ہو سکتے، کیونکہ مختلف حکمرانوں میں سے بہرحال ایک ہی کی اطاعت آپ کر سکتے ہیں، مختلف قانونوں میں سے بہرحال ایک ہی قانون آپ کی زندگی کا ضابطہ بن سکتا ہے، اور مختلف معبودوں میں سے ایک ہی کی عبادت کرنا آپ کے لیے ممکن ہے۔ آپ کہینگے کہ ایک صورت یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ عقیدے میں ہم ایک کو حاکم مانیں اور واقعہ میں اطاعت دوسرے کی کریں، پوجا اور پرستش ایک کے آگے کریں اور بندگی دوسرے کی بجا لائیں، اپنے دل میں عقیدہ ایک قانون پر رکھیں اور واقعہ میں ہماری زندگی کے سارے معاملات دوسرے قانون کے مطابق چلتے رہیں۔ میں اسکے جواب میں عرض کرونگا بے شک یہ ہو تو سکتا ہے، اور ہو سکتا کیا معنی ہو ہی رہا ہے، مگر یہ ہے شرک، اور یہ شرک سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ حقیقت میں تو آپ اُسی کے دین پر ہیں جسکی اطاعت واقعی آپ کر رہے ہیں۔ پھر یہ جھوٹ نہیں تو کیا ہے کہ جسکی اطاعت آپ نہیں کر رہے ہیں اُس کو اپنا حاکم اور اُس کے دین کو اپنا دین کہیں؟ اور اگر زبان سے آپ ایسا کہتے بھی ہیں یا دل میں ایسا سمجھتے بھی ہیں تو اس کا فائدہ اور اثر کیا ہے؟ آپ کا یہ کہنا کہ ہم اسکی شریعت پر ایمان لاتے ہیں، بالکل ہی بے معنی ہے جبکہ آپ کی زندگی

کے تمام معاملات اُس کی شریعت کے دائرے سے نکل گئے ہوں اور کسی دوسری شریعت پر چل رہے ہوں۔ آپ کا یہ کہنا کہ ہم فلاں کو معبود مانتے ہیں، اور آپ کا اپنے اِن سروں کو جو گردنوں پر رکھے ہوئے ہیں، سجدے میں اسکے آگے زمین پر ٹیک دینا، بالکل ایک مصنوعی فعل بن کر رہ جاتا ہے جبکہ آپ واقع میں بندگی دوسرے کی کر رہے ہوں۔ حقیقت میں آپ کا معبود تو وہ ہے اور آپ دراصل عبادت اُسی کی کر رہے ہیں جسکے حکم کی آپ تعمیل کرتے ہیں، جسکے منع کرنے سے آپ رکتے ہیں، جسکی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر آپ کام کرتے ہیں، جسکے مقرر کیے ہوئے طریقوں پر آپ چلتے ہیں، جسکے ضابطہ کے مطابق آپ دوسروں کا مال لیتے اور اپنا مال دوسروں کو دیتے ہیں، جسکے فیصلوں کی طرف آپ اپنے معاملات میں رجوع کرتے ہیں، جسکی شریعت پر آپکے باہمی تعلقات کی تنظیم اور آپکے درمیان حقوق کی تقسیم ہوتی ہے، اور جسکی طلبی پر آپ اپنے دل و دماغ اور ہاتھ پاؤں کی ساری قوتیں، اور اپنے کمائے ہوئے مال اور آخر کار اپنی جانیں تک پیش کر دیتے ہیں۔ پس اگر آپکا عقیدہ کچھ ہو اور واقعہ اس کے خلاف ہو، تو اصل چیز واقعہ ہی ہوگا۔ عقیدے کے لیے اس صورت میں سرے سے کوئی جگہ نہ ہوگی، نہ ایسے عقیدے کا کوئی وزن ہی ہوگا۔ اگر واقعہ میں آپ دینِ بادشاہ پر ہوں تو اس میں دینِ اللہ کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ اگر واقعہ میں آپ دینِ جمہور پر ہوں، یا دینِ انگریز یا دینِ جرمن یا دینِ ملک و وطن پر ہوں تو اس میں بھی دینِ اللہ کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ اور اگر فی الواقع آپ دینِ اللہ پر ہوں تو اسی طرح اس میں بھی کسی دوسرے دین کے لیے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ بہر حال یہ خوب سمجھ لیجیے کہ شرک جہاں بھی ہوگا جھوٹ ہی ہوگا۔

یہ نکتہ بھی جب آپکے ذہن نشین ہو گیا تو بغیر کسی لمبی چوڑی بحث کے آپکا دماغ خود اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ دین، خواہ کوئی سا بھی ہو، لامحالہ اپنی حکومت چاہتا ہے۔ دینِ جمہوری ہو یا دینِ بادشاہی، دینِ اشتراکی ہو یا دینِ الٰہی، یا کوئی اور دین، بہر حال ہر دین کو اپنے قیام کے لیے

خود اپنی حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت کے بغیر دین بالکل ایسا ہے جیسے ایک عمارت کا نقشہ آپکے دماغ میں ہو، مگر عمارت زمین پر موجود نہ ہو۔ اس دماغی نقشہ کے ہونے کا فائدہ ہی کیا ہے جبکہ آپ رہینگے اس عمارت میں جو فی الواقع موجود ہوگی؟ اُسی کے دروازے میں آپ داخل ہونگے اور اسی کے دروازے سے نکلینگے۔ اُسی کی چھت اور اسی کی دیواروں کا سایہ آپ پر ہوگا۔ اُسی کے نقشے پر آپ کو اپنی سکونت کا سارا انتظام کرنا ہوگا۔ پھر بھلا ایک نقشہ کی عمارت میں بستے ہوئے آپ کا کسی دوسرے طرز یا دوسرے نقشے کی عمارت اپنے ذہن میں رکھنا، یا اس کا محض معتقد ہوجانا آخر معنی ہی کیا رکھتا ہے؟ وہ خیالی عمارت آپکے ذہن میں ہوگی اور آپ خود اُس واقعی عمارت کے اندر ہونگے جو زمین پر بنی ہوئی ہے۔ عمارت کا نفظ دماغ والی عمارت کے لیے تو کوئی بولتا نہیں ہے، نہ ایسی عمارت میں کوئی رہ سکتا ہے۔ عمارت تو کہتے ہی اُس کو ہیں، اور آدمی رہ اسی عمارت میں سکتا ہے، جس کی بنیادیں زمین میں ہوں اور جسکی چھت اور دیواریں زمین پر قائم ہوں۔ بالکل اِسی مثال کے مطابق کسی دین کے حق ہونے کا محض اعتقاد کوئی معنی نہیں رکھتا، اور ایسا اعتقاد لاحاصل ہے جبکہ لوگ عملاً ایک دوسرے دین میں زندگی بسر کر رہے ہوں۔ جس طرح خیالی نقشے کا نام عمارت نہیں ہے، اسی طرح خیالی دین کا نام بھی دین نہیں ہے، اور خیالی عمارت کی طرح کوئی شخص خیالی دین میں بھی نہیں رہ سکتا۔ دین وہی ہے جس کا اقتدار زمین میں قائم ہو، جس کا قانون چلے، اور جسکے ضابطہ پر زندگی کے معاملات کا انتظام ہو۔ لہذا ہر دین عین اپنی فطرت ہی کے لحاظ سے اپنی حکومت کا تقاضا کرتا ہے، اور دین ہوتا ہی اسی لیے ہے کہ جس اقتدار کو وہ تسلیم کرانا چاہتا ہے اسی کی عبادت اور بندگی ہو اور اسی کی شریعت نافذ ہو۔

مثال کے طور پر دیکھیے۔

دین جمہوری کا کیا مفہوم ہے؟ یہی نا کہ ایک ملک کے عام لوگ خود اپنے اقتدار کے مالک

ہوں، ان پر خود انہی کی بنائی ہوئی شریعت چلے، اور ملک کے سب باشندے اپنے جمہوری اقتدار کی اطاعت و بندگی کریں۔ بتائیے، یہ دین کیونکر قائم ہو سکتا ہے جب تک کہ ملک کا قبضہ واقعی جمہوری اقتدار کو حاصل نہ ہو جائے اور جمہوری شریعت نافذ نہ ہونے لگے؟ اگر جمہور کے بجائے کسی غیر قوم کا یا کسی بادشاہ کا اقتدار ملک میں قائم ہو اور اسی کی شریعت چلے تو دین جمہوری کہاں رہا؟ کوئی شخص دین جمہوری پر اعتقاد رکھتا ہو تو رکھا کرے، جب تک بادشاہ کا یا غیر قوم کا دین قائم ہے دین جمہوری کی پیروی تو وہ نہیں کر سکتا۔

دین بادشاہی کو لیجیے۔ یہ دین جب بادشاہ کو ہی حاکم اعلیٰ قرار دیتا ہے، اسی لیے تو قرار دیتا ہے کہ اطاعت و عبادت اسکی ہو اور شریعت اسکی نافذ ہو۔ اگر یہی بات نہ ہوئی تو بادشاہ کو بادشاہ ماننے اور اسے حاکم اعلیٰ تسلیم کرنے کے معنی ہی کیا ہوئے؟ دین جمہور چل پڑا ہو یا کسی دوسری قوم کی حکومت قائم ہو گئی ہو تو دین بادشاہی رہا کب کہ کوئی اسکی پیروی کر سکے۔

دور نہ جائیے، اسی دین انگریزی کو دیکھ لیجیے جو اس وقت ہندوستان کا دین ہے۔ یہ دین اسی وجہ سے تو چل رہا ہے کہ تعزیرات ہند اور ضابطۂ دیوانی انگریز کی طاقت سے نافذ ہے، آپ کی زندگی کے سارے کاروبار انگریز کے مقرر کردہ طریقہ پر انجام پاتے ہیں، اور آپ سب اسی کے حکم کے آگے سر اطاعت جھکا رہے ہیں۔ جب تک یہ دین اس قوت کے ساتھ قائم ہے، آپ خواہ کسی دین کے معتقد ہوں، بہرحال اُس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن اگر تعزیرات ہند اور ضابطۂ دیوانی چلنا بند ہو جائے اور انگریز کے حکم کی اطاعت و بندگی نہ ہو تو بتائیے کہ دین انگریز کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے؟

ایسا ہی معاملہ دین اسلام کا بھی ہے۔ اس دین کی بنا یہ ہے کہ زمین کا مالک اور انسانوں کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے لہذا اسی کی اطاعت اور بندگی ہونی چاہیے اور اسی کی شریعت

پر انسانی زندگی کے سارے معاملات چلنے چاہییں۔ یہ اللہ کے اقتدار اعلیٰ کا اصول جو اسلام پیش کرتا ہے یہ بھی اسی غرض کے لیے ہے، اور اسکے سوا کوئی دوسری غرض اسکی نہیں ہے کہ زمین میں صرف اللہ کا حکم چلے، عدالت میں فیصلہ اسی کی شریعت پر ہو، پولیس اسی کے احکام جاری کرے، لین دین اسی کے ضابطہ کی پیروی میں ہو، ٹیکس اسی کی مرضی کے مطابق لگائے جائیں اور اپنی مصارف میں صرف ہوں جو اُس نے مقرر کیے ہیں، سول سروس اور فوج اسی کے زیر حکم ہو، تقویٰ اور خوف اسی سے کیا جائے، رعیت اسی کی مطیع ہو، اور فی الجملہ انسان اسکے سوا کسی کے بندے بن کر نہ رہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ خالص الٰہی حکومت نہ ہو۔ کسی دوسرے دین کے ساتھ یہ دین شرکت کہاں قبول کر سکتا ہے؟ اور کونسا دین ہے جو دوسرے دین کی شرکت قبول کرتا ہو؟ ہر دین کی طرح یہ دین بھی یہی کہتا ہے کہ اقتدار خالصاً مخلصاً میرا ہونا چاہیے اور ہر دوسرا دین میرے مقابلہ میں مغلوب ہو جانا چاہیے ورنہ میری پیروی نہیں ہو سکتی۔ میں ہونگا تو دین جمہوری نہ ہوگا، دین پادشاہی نہ ہوگا، دین اشتراکی نہ ہوگا، کوئی بھی دوسرا دین نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسرا دین ہوگا تو میں نہ ہونگا اور اس صورت میں محض مجھے حق ماننے کا کوئی نتیجہ نہیں۔ یہی بات ہے جس کو قرآن بار بار دہراتا ہے۔ مثلاً

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (البینہ)	لوگوں کو اسکے سوا کسی بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ سب طرف سے منہ موڑ کر اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کریں اور اسی کی عبادت کریں۔
هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ)	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ شرک کرنے والوں کو ایسا کرنا کتنا ہی ناگوار ہو۔
وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ	اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور

وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (الانفال-۵) — دین سارا کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ (یوسف-۵) — حکم اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔ اس کا حکم ہے کہ خود اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکہف-۱۲) — تو جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اس کو چاہیے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کی عبادت شریک نہ کرے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ... وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء-۹) — تو نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس ہدایت پر جو تیری طرف اور تجھ سے پہلے کے نبیوں کی طرف آتاری گئی تھی اور پھر ارادہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ... ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے تو بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن کے مطابق اس کی اطاعت کی جائے۔

اوپر میں عبادت اور دین اور شرک کی جو تشریح کر چکا ہوں اسکے بعد آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی کہ ان آیات میں قرآن کیا کہہ رہا ہے۔

اب یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ اسلام میں جہاد کی اس قدر اہمیت کیوں ہے۔ دوسرے تمام دینوں کی طرح دین اللہ بھی محض اس بات پر مطمئن نہیں ہو سکتا کہ آپ بس اس کے حق ہونے کو مان لیں اور اپنے اس اعتقاد کی علامت کے طور پر محض رسمی پوجا پاٹ کر لیا کریں۔ کسی دوسرے دین کے ماتحت رہ کر آپ اس دین کی پیروی کر ہی نہیں سکتے۔ کسی دوسرے دین کی شرکت میں بھی اسکی

پیروی ناممکن ہے - لہذا اگر آپ واقعی اس دین کو حق سمجھتے ہیں تو آپ کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اس دین کو زمین میں قائم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں اور یا تو اسے قائم کر کے چھوڑیں یا اسی کوشش میں جان دیدیں۔ یہی کسوٹی ہے جس پر آپ کے ایمان و اعتقاد کی صداقت پرکھی جاسکتی ہے - آپکا اعتقاد سچا ہوگا تو آپ کو کسی دوسرے دین کے اندر رہتے ہوئے آرام کی نیند تک آسکیگی کجا کہ آپ اُسکی خدمت کریں اور اس خدمت کی روٹی مزے سے کھائیں اور آرام سے پاؤں پھیلا کر سوئیں۔ اس دین کو حق مانتے ہوئے تو جو لمحہ آپ پر کسی دوسرے دین کی ماتحتی میں گذریگا اس طرح گذریگا کہ بستر آپ کے لیے کانٹوں کا بستر ہوگا، کھانا زہر اور حنظل کا کھانا ہوگا اور دین حق کو قائم کرنے کی کوشش کیے بغیر آپ کو کسی کل چین نہ آسکیگا۔ لیکن اگر آپ کو دین اللہ کے سوا کسی دوسرے دین کے اندر رہنے میں چین آتا ہو، اور آپ اس حالت پر راضی ہوں تو آپ مومن ہی نہیں ہیں، خواہ آپ کتنی ہی دل لگا لگا کر نمازیں پڑھیں، کتنے ہی لمبے لمبے مراقبے کریں، کتنی ہی قرآن و حدیث کی شرح فرمائیں، اور کتنا ہی اسلام کا فلسفہ بگھاریں۔ یہ تو ان لوگوں کا معاملہ ہے جو دوسرے دین پر راضی ہوں۔ رہے وہ منافقین جو دوسرے دین کی خدمت گاری کرتے ہوں، یا کسی اور دین (مثلاً دین جمہور) کو لانے کے لیے جہاد کرتے ہوں، تو انکے متعلق میں کیا کہوں؟ موت کچھ دور نہیں ہے، وہ وقت جب آئیگا تو جو کچھ کمائی انہوں نے دنیا کی زندگی میں کی ہے، خدا خود ہی انکے سامنے رکھ دیگا۔ یہ لوگ اگر اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں تو سخت حماقت میں مبتلا ہیں۔ عقل ہوتی تو ان کی سمجھ میں خود آجاتا کہ ایک دین کو برحق ماننا اور اس کے خلاف دوسرے دین کے قیام میں حصہ لینا یا دوسرے دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا، بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آگ اور پانی جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایمان باللہ کے ساتھ یہ عمل قطعاً جمع نہیں ہو سکتا۔

قرآن اس سلسلہ میں جو کچھ کہتا ہے وہ سب کا سب تو اس خطبہ میں کہاں نقل کیا جاسکتا ہے، مگر صرف چند آیتیں آپ کو سناتا ہوں:

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنکبوت ۱)

کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض یہ کہہ کر کہ "ہم ایمان لائے" چھوڑ دیے جائینگے اور انکو آزمایا نہ جائیگا؟ حالانکہ ان سے پہلے بھی جس جس نے ایمان کا دعوی کیا ہے اسکو ہم نے آزمایا ہے اپس ضرور ہے کہ اللہ دیکھے کہ ایمان کے دعوے میں سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ (العنکبوت ۱)

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، مگر جب اللہ کے رستے میں وہ ستایا گیا تو انسانوں کی سزا سے ایسا ڈرا جیسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے حالانکہ تیرے رب کی طرف سے فتح آجائے تو وہی آکر کہے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھی تھے۔ کیا اللہ جانتا نہیں ہے جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے؟ مگر وہ ضرور دیکھ کر رہیگا کہ مومن کون ہیں اور منافق کون۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (آل عمران - ۱۰)

اللہ تعالی کی حکمت کے خلاف ہے کہ مومنوں کو اسی طرح رہنے دے جس طرح وہ اب ہیں (کہ سچے اور جھوٹے مدعیان ایمان خلط ملط)۔ وہ باز نہ رہے گا جب تک خبیث اور طیب کو چھانٹ کر الگ الگ نہ کردے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیے جاؤگے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ نہیں دیکھا کہ تم میں سے جہاد کنہوں نے کیا اور کون ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول اور مومنوں